م آباد ؏لامه اقبال اوپن یو نیورسٹی ، اسلا

کله عربی و علوم اسلامی

دری منتخب آیات الا نام اورا عادیث الا حکام کا مطالعہ -1 کورس

2952کورس-

سمسٹر بہار 2021

مشق نمبر 2

سوال نمبر 1

قرآن کریم اور احادیث نبوی کی روشنی میں نصاب زکو اور مصارف زکو کے بارے میں مفصل و میل جت کر یں۔

جواب۔

اسلام میں زکاۃ کی بڑی اہمیت اور قدر ومنزلت ہے۔ یہ اس کے بنیادی ارکان میں سے ایک اور اہم مذہبی شعار ہے۔ اسے اللہ تعالیٰ نے ہر صاحب نصاب مسلمان پر فرض کیا ہے۔ قرآن کریم میں 32 مقامات پر اسے نماز کے ساتھ ذکر کیا ہے جبکہ برکت کے مفہوم پر دلالت کرنے والے الفاظ بھی اتنی ہی بار وارد ہوئے ہیں۔ اللہ کے نبی کی بے شمار احادیث میں اس کی ادائیگی پر زور دیا گیا، اس کی اہمیت کو اجاگر کیا گیا اور اس کی ادائیگی میں کوتاہی اور اس سے لاپرواہی برتنے والوں کے لئے وعیدیں سنائی گئی ہیں۔اس کا انکار کرنے والا کافر ومرتد ہوجاتا ہے، جس سے توبہ کرانے کے بعد بھی اگر توبہ نہ کرے تو اسلامی حکومت میں اس کا خون بے قیمت ہوجاتا ہے۔ اسے نہ مسلمانوں کے قبرستان میں دفن کیا جاسکتا ، نہ اس کی نماز جنازہ پڑھی جائے گی اور نہ ہی کوئی مسلمان وارث اس کی میراث کا وارث ہوگا۔ یہاں تک کہ اگر کوئی اسلامی حکومت کے اندر ہو اور وہ بخل و طمع اور لالچ و حرص، مال کی محبت یا سستی ولاپرواہی کی وجہ سے ادا کرنے سے انکار کرتا ہے تو اس سے قتال کیا جائے گا۔

اللہ کے نبی کا فرمان ہے:

مجھے حکم ملا ہے کہ میں ان لوگوں سے قتال کروں، یہاں تک کہ وہ گواہی دیں کہ اللہ کے سوا کوئی معبود برحق نہیںاور محمد اللہ کے رسول ہیں اور وہ نماز قائم کریں اور زکاۃ ادا کریں، اگر انہوں نے ایسا کرلیا تو انہوں نے اپنی جان اورمال کو محفوظ کرلیا، سوائے اسلام کے حق کے (حدود اور قصاص کے) اور ان کا حساب اللہ پر ہے۔(متفق علیہ)

اس میں شبہ نہیں کہ زکاۃ اسلام کے اہم اقتصادی ستونوں میں سے ایک بڑا ستون ہے۔ یہ مسلمانوں کے لئے بڑی آمدنی کا ذریعہ اور اہم وسائل میں سے ہے، جس کا مقصد سماجی مساوات

Downloaded from Tajassus.com

وبرابری قائم کرنا، معاشرتی اتحاد ویکجہتی بر قرار رکھنا اور سوسائٹی کے افرادکے درمیان جبری تعاون کو نافذ کرنا ہے، یہ بندوں پر اللہ تعالیٰ کی بہت بڑی رحمت وعنایت ہے جسے اللہ تعالیٰ بہت ساری حکمتوں ومصلحتوں کے پیش نظر مشروع کیا ہے، اس کے مقاصد بڑے اونچے مصلحتیں بے شمار اور فوائد ہمہ جہت ولا محدود ہیں، جس کا صحیح علم تو اللہ ہی کو ہے مگر ان میں سے چند کی طرف خود اللہ تعالیٰ نے اس آیت قرآنی میں اشارہ کیا ہے:

آپ ان کے مالوں سے صدقہ لے کر پاک کریں ان کواور بابرکت بنا دیں ان کو اسکے ذریعے اور دعائے رحمت کریں ان کے حق میں، بیشک آپ کی دعائے رحمت ان کے لئے سکون (و اطمینان)کا باعث ہے، اور اللہ سنتا ہے (ہر کسی کی)جانتا ہے(سب کچھ)'' (التوبہ103)

اس کی مشروعیت کی حکمتوں ومصلحتوں میں سے بعض کا خلاصہ اس طرح کیا جاسکتا ہے:

زکوۃ مالداروں، امیروں اور صاحب ثروت کے نفوس کو بخل ولالچ اور حرص وطمع کی گندگی سے پاک کرتا ، ان کے دلوں کو انانیت، حد سے زیادہ مال کی چاہت اور مال پر ٹوٹے پڑنے اور سمیٹ سمیٹ کر رکھنے کے جذبے سے صاف کرتا، مال ودولت کے حصول میں بے لگامی، خود غرضی اور بد ترین قسم کی لالچ سے دھوتا ہے۔

زکوۃ مالداروں کو گناہوں، لغزشوں، کوتاہیوناور معصیتوں سے پاک کرتا اور ان برائیوں ومعصیتوں کا کفارہ بنتا ہے، جس کا ان سے ارتکاب ہوتارہا ہے، اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: اگر تم اپنے صدقات ظاہر کر کے دو تو یہ بھی ایک اچھی بات ہے، اور اگر تم ان کو پوشیدہ رکھو اور محتاجوں کو دے دو، تو یہ تمہارے لئے اور بھی زیادہ اچھا ہے، اور (اس طرح ان صدقات و خیرات کی بنا پر)اللہ مٹا دے گا تم سے تمہارے کچھ گناہ، اور اللہ پوری طرح باخبر ہے تمہارے ان کاموں سے جو تم لوگ کرتے ہو۔(البقرہ271)

جس مال کی زکاۃ نکالی جاتی ہے ،زکاۃ اس مال کو اللہ کے اور بندوں کے حقوق سے پاک کردیتی اور صاحب مال کے لئے اسے حلال وطیب اور عمدہ بنا دیتی ہے، ارشاد نبوی ہے:اللہ نے زکاۃ اسی لئے فرض کیا ہے کہ وہ اس کے ذریعہ تیرے بقیہ مال کو پاک کرکے عمدہ بنادے۔

زکاۃ اسلامی معاشرہ کو فقر وافلاس، بے کسی وبد حالی، ناداری ومحرومی اور دست سوال پھیلانے سے پاک کرتی اوران ناداروں وبے کسوں کے دلوں سے بغض وعناد، نفرت وحسداور کینہ وکدورت سے دور کرکے اسے صاف کرتی ہے، انہیں طبقاتی کشمکش اور علاقائی تعصب سے نکال کر اخوت ایمانی کے پر فضا مقام پر لاکھڑا کرتی ہے۔

اس سے اندازہ ہوا کہ اللہ تعالیٰ نے زکاۃ کو مشروع ہی کیا ہے، پاک کرنے کے لئے ، یعنی مالداروں کے دلوں کو، ان کے اموال کو، ان کی آمدنی کو اور مسلم سماج کو، زکاۃ ہر ایک کو پاک کرتی ہے۔ اس کے نتیجہ میں زکاۃادا کرنے والے کا مقام ومرتبہ عند اللہ بھی بلند ہوجاتا اور سماج میں بھی وہ ہر دلعزیز ہوجاتا ہے، اس کے مال میں برکت ہوتی ، اس میں اضافہ ہوتا ہے، جبکہ وہ مال جو اس نے نکال کر غریبوں ومستحقین کو دیا ہے، اللہ اسے بڑھاتا رہتا اور ذخیرۂ آخرت بنا دیتا ہے، جو

Downloaded from Tajassus.com

اس وقت اسے کام آئے گا جب کہ اسے کوئی کام دینے والا نہیں ہوگا، نہ مال اسے کام آئے گا نہ اولاد واحباب واقارب۔

زکاۃ کی فرضیت میں بندوں کا امتحان وآزمائش بھی ہے کہ وہ اپنے اسلام میں سچے اور ایمان میں درست ہیں یا نہیں، ان کا اعتماد وبھروسہ اللہ کے وعدہ پر ہے یا نہیں، اللہ کے نبی نے فرمایا ہے:صدقہ دلیل ہے (یعنی ایمان کی درستی اور اسلام کی سچائی کی)۔(مسلم)

کیونکہ شیطان تو اسے اللہ کے راستہ میں مال خرچ کرنے سے روکنے پر ایڑی چوٹی کا زور لگائے ہوتا ہے، اور معاصی میں خرچ کرنے پر اکساتا رہتا اور ترغیب دیتا رہتا ہے، ارشاد باری تعالیٰ ہے:

شیطان تم کو ڈراتا دھمکاتا ہے فقر (و محتاجی کے خوف)سے اور وہ سکھاتا ہے تم لوگوں کو (بے ہودگی و)بے حیائی جب کہ اللہ تم سے وعدہ فرماتا ہے اپنی طرف سے عظیم الشان بخشش اور مہربانی کا، اور اللہ بڑا ہی وسعت والا نہایت ہی علم والا ہے۔(البقرہ268)

ایک حدیث میں ہے کہ رسول اللہ نے فرمایا:

3 چیزینجو کرلے اس نے ایمان کا مزہ چکھ لیا، جس نے تنہا اللہ کی عبادت کی اور یہ کہ اللہ کے سوا کوئی معبود برحق نہیں اور اپنے مال کی زکات خوش دلی سے نکالا اور ہر سال اسی طرح خوش دلی سے نکالتا رہے۔(ابوداؤد)

زکاۃ دخول جنت کا اور جہنم سے نجات کا آسان راستہ ہے، حدیث میں ہے کہ ایک دیہاتی رسول اللہ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کیا: اے اللہ کے رسول ! مجھے کوئی ایسا عمل بتادیجئے کہ جس پر عمل کرنے سے میں جنت میں داخل ہوجاؤں تو اللہ کے نبی نے فرمایا:

اللہ کی عبادت کرو، اس کے ساتھ کسی کو شریک نہ کرو، فرض نماز قائم کرو، فرض زکاۃ ادا کرو، اور رمضان کے روزے رکھو، اس شخص نے کہا: اس ذات کی قسم جس کے قبضۂ قدرت میں میری جان ہے میں اس میں نہ کمی کروں گا نہ زیادتی، جب وہ مڑکر جانے لگا تو اللہ کے نبی نے فرمایا: جسے اس بات سے خوشی ہو کہ وہ جنت کے کسی شخص کو دیکھے تو اسے اس شخص کو دیکھ لینا چاہئے۔(بخاری)

چونکہ یہ سیدھے جنت کا راستہ ہے، اسی لئے اللہ نے اسے مسلمانوں پر ہی فرض کیا ہے، اس کی ادائیگی کو مسلم ملک کے غیر مسلم باشندوں پر فرض نہیں کیا ہے اور اگر کسی غیر مسلم نے زکاۃ دینا بھی چاہا تو رسول اللہ نے یا خلفائے راشدین نے اسے قبول نہیں کیا۔

اللہ تعالیٰ نے زکاۃ کو مابقیہ مال کی بربادی سے حفاظت کا ذریعہ بنایا ہے، یہ اس مال کے لئے آفتوں اور حوادث سے بچاؤکی تدبیر اور امان وتحفظ کی صورت ہے، حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے وہ فرماتی ہیں کہ میں نے رسول اللہ کو فرماتے ہوئے سنا کہ زکاۃکی آمیزش جب بھی اصل مال میں ہوجاتی ہے تو یہ زکاۃکا مال اصل مال کو ہلاک وبرباد کردیتا ہے، ایک دوسری

Downloaded from Tajassus.com

روایت میں ہے کہ کبھی تمہارے مال میں زکاۃواجب ہوچکی ہوتی پھر تم اسے نہیں نکالتے ہو تو یہ حرام حصہ اصل حلال حصے کو تلف کردیتا ہے تو اللہ تعالیٰ نے بلا وجہ زکات فرض نہیں کی بلکہ اس کے عظیم مقاصد اور بے شمار حکمتیں ہیں، جو مسلمانوں کے خلا کو پُر کرنے، دین حنیف کی مدد کرنے ، مسلمانوں کے درمیان باہمی تعاون کو فروغ دینے، مالداروں وغریبوں کے درمیان اخوت وبھائی چارگی اور الفت ومحبت کو پروان چڑھانے اور ملکی امن وسلامتی کو بر قرار رکھنے کے لئے ہیں

سوال نمبر 2

قرآن کری اور عادیث نبوی کی روشنی میں عشر اور قربانی کے احکام و مسائل تحریر کر یا.

جواب.

عشر یا عُشر کا لغوی مطلب ہے دسواں حصہ۔ دینی اصطلاح میں یہ زمین کی پیداوار کی زکوٰۃ ہے۔ فقہاکرام کی تصریحات کے مطابق جس کھیت کی زراعت میں آبپاشی کے لیے بوجھ اٹھانا پڑے تو اس پیداوار میں سے نصف عشر دینا واجب ہے اور جس کھیت کی زراعت میں مشقت کم ہو وہاں عشر یعنی دسواں حصہ دینا واجب ہے

بعض روایات کی رو سے عشر یہود پر بھی فرض تھا۔ نبی اسرائیل کے گیارہ قبائل اپنی اپنی پیداوار کا دسواں حصہ احبار یا نبی لاوی کو دیتے تھے جس کے عوض بنی لاوی یہود کی مذہبی خدمات سر انجام دیتے تھے۔

ر اس شخص پر جو زمین کاشت کرتا ہے، عشر دینا واجب ہے۔ عشر چونکہ پیداوار کی زکوٰۃ ہے اس لیے مال کے ساتھ پیداوار کا عشر الگ نکالا جاتا ہے۔ سال کے اندر جتنی بھی فصلیں کاشت ہوں گی، ان سب پر ہی عشر واجب ہے، ربیع پر بھی اور خریف پر بھی یہی معاملہ ہے۔ امام ابو حنیفہ کے مطابق مویشیوں کے چارے پر بھی عشر واجب ہے۔

عشر

لفظ عشر کے اصلی معنی دسواں حصہ ہے مگر حدیث میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے واجبات شرعیہ کی جو تفصیل بیان فرمائی ہے ۔ اس میں عشری زمینوں کی دو قسم قرار دی ہیں ۔ ایک میں عشر یعنی دسواں حصہ پیداوار کا ادا کرنا فرض ہوتا ہے اور دوسری میں نصف عشر یعنی بیسواں حصہ ،لیکن فقہاء کی اصطلاح میں ان دونوں قسموں پر عائد ہونے والی زکوٰۃ کو عشرہی کے عنوان سے تعبیر کیاجاتا ہے ۔

خلاصہ

Downloaded from Tajassus.com

یہ کہ زمین کے واجبات دوقسم ہیں عشر وخراج۔ اور ان دونوں کے احکام میں بھی فرق ہے اور اس میں بھی کہ عشر مسلمانوں پر عائد ہوتا ہے اور خراج ابتداء غیر مسلموں پر، عشر زمین کی پیداوار کی زکوٰۃ اور عبادت ہے ۔

مگر عملی طور پر عشر اور زکوٰۃ اموال میں یہ فرق ہے کہ اموال تجارت اور سونا چاندی وغیرہ اگر سال بھر رکھے رہیں ان میں کسی وجہ سے کوئی نفع نہ ہو بلکہ نقصان بھی ہوجائے مگر سال کے آخر میں مقدار نصاب سے کم نہ ہوں تو بھی ان اموال کی زکوٰۃ ہر سال ادا کرنا فرض ہے ۔ اور عشر میں پیداوار پر صرف ایک دفعہ عشر لازم ہوگا۔

عشر کی فرضیت

عشر کا فرض ہونا قرآن شریف ،حدیث شریف ،اجماع امت اور قیاس مجتہد کے ساتھ ثابت ہے ۔ ذیل میں قرآن وحدیث سے مختصر طریقہ پر عشر کے فرض ہونے کا ثبوت پیش کیاجاتا ہے ۔

قرآن سے ثبوت

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے ،

يٰأَيُّهَا الَّذِيْنَ آمَنُوْا أَنْفِقُوْا مِنْ طَيِّبَاتِ مَا كَسَبْتُمْ وَمِمَّا أَخْرَجْنَا لَكُمْ مِنْ الْأَرْضِ (سورۃبقرہ)

ترجمہ ۔ اے ایمان والو! خرچ کرو ستھری چیز اپنی کمائی میں سے اور اس چیز میں سے جو ہم نے پیدا کیا تمہارے واسطے زمین سے ۔

یہ ارشاد عشر کے فرض ہونے کی دلیل ہے اور لفظ ’’أَخْرَجْنَا‘‘سے اشارہ اس بات کی طرف ہے کہ عشری زمین میں عشر واجب ہے اس آیت کے عموم سے امام ابو حنیفہؒ نے استدلال کیا ہے کہ عشری زمین کی ہر قلیل وکثیر پیداوار پر عشر واجب ہے ۔

سوال نمبر 3

قرآن کر کر اورا عادیث نبوی کی روشنی میں مناسک جن کے بارے میں مفصل و مدلیل نوٹ لکھیں

جواب ۔مسلمان ہر سال اسلامی مہینے ذوالحجہ کی 8 سے 12 تاریخ کو سعودی عرب کے شہر مکہ مکرمہ کی زیارت کے لیے حاضر ہو کر وہاں جو مخصوص عبادت انجام دیتے ہیں، اس مجموعہ عبادات کو اسلامی اصطلاح میں حج اور ان انجام دی جانے والی عبادات کو مناسک حج کہتے ہیں۔ دین اسلام میں حج ہر صاحب استطاعت بالغ مسلمان پر زندگی بھر میں ایک مرتبہ فرض ہے، جیسا کہ قرآن مقدس میں ہے: Ra bracket.png وَأَذِّنْ فِي النَّاسِ بِالْحَجِّ يَأْتُوكَ رِجَالًا وَعَلَى كُلِّ ضَامِرٍ يَأْتِينَ مِنْ كُلِّ فَجٍّ عَمِيقٍ La bracket.png [2][1]-Aya-27.png حج اسلام کے 5 ارکان میں سب سے آخری رکن ہے،[3] جیسا کہ محمد صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کی حدیث ہے: «اسلام کی بنیاد پانچ ستونوں پر ہے، لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ کی گواہی دینا، نماز قائم کرنا، زکوۃ دینا، رمضان کے روزے رکھنا اور حج

Downloaded from Tajassus.com

کرنا۔»[4] مناسک حج کی ابتدا ہر سال 8 ذوالحجہ سے ہوتی ہے، حاجی متعین میقات حج سے احرام باندھ کر کعبہ کی زیارت کے لیے روانہ ہوتے ہیں،[5] وہاں پہونچ کر طواف قدوم کرتے ہیں، پھر منی روانہ ہوتے ہیں اور وہاں یوم الترویہ گزار کر عرفات آتے ہیں اور یہاں ایک دن کا وقوف ہوتا ہے، اسی دن کو یوم عرفہ، یوم سعی، عید قربانی، یوم حلق و قصر وغیرہ کہا جاتا ہے۔ اس کے بعد حجاج رمی جمار (کنکریاں پھینکنے) کے لیے جمرہ عقبہ جاتے ہیں، بعد ازاں مکہ واپس آکر طواف افاضہ کرتے ہیں اور پھر واپس منی جاکر ایام تشریق گذارتے ہیں۔[6] اس کے بعد حجاج دوبارہ مکہ واپس آکر طواف وداع کرتے ہیں اور یوں حج کے جملہ مناسک مکمل ہوتے ہیں۔

حج کی عبادت اسلام سے قبل بھی موجود تھی،[7] مسلمانوں کا اعتقاد ہے کہ حج گذشتہ امتوں پر بھی فرض تھا، جیسے ملت حنیفیہ (حضرت ابراہیم علیہ اسلام کے پیروکاروں) کے متعلق قرآن میں ذکر ہے: Ra bracket.png وَإِذْ بَوَّأْنَا لِإِبْرَاهِيمَ مَكَانَ الْبَيْتِ أَنْ لَا تُشْرِكْ بِي شَيْئًا وَطَهِّرْ بَيْتِيَ لِلطَّائِفِينَ وَالْقَائِمِينَ وَالرُّكَّعِ السُّجُودِ La bracket.png Aya-26.png،۔[8] حضرت ابراہیم اور ان کے بعد بھی لوگ حج کیا کرتے تھے، البتہ جب جزیرہ نما عرب میں عمرو بن لحی کے ذریعہ بت پرستی کا آغاز ہوا تو لوگوں نے مناسک حج میں حذف و اضافہ کر لیا تھا۔[7][9] ہجرت کے نویں سال حج فرض ہوا،[10][11] محمد صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم نے سنہ 10ھ میں واحد حج کیا جسے حجۃ الوداع کہا جاتا ہے۔ اس حج میں حج کے تمام مناسک کو درست طور پر کر کے دکھایا اور اعلان کیا کہ: « خذوا عني مناسككم» ترجمہ: اپنے مناسک حج مجھ سے لے لو۔[12] نیز اسی حج کے دوران میں اپنا مشہور خطبہ حجۃ الوداع بھی دیا اور اس میں دین اسلام کی جملہ اساسیات و قواعد اور اس کی تکمیل کا اعلان کیا۔

زندگی میں ایک بار صاحب استطاعت پر حج فرض ہے اور اس کے بعد جتنے بھی حج کیے جائیں گے ان کا شمار نفل حج میں ہوگا؛ ابو ہریرہ نے محمد صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم سے نقل کیا ہے: « لوگو! تم پر حج فرض کیا گیا ہے، چناں چہ حج ادا کرو»، صحابہ نے سوال کیا: "یا رسول اللہ! کیا ہر مسلمان پر ہر سال حج فرض ہے؟" تو محمد صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم خاموش ہو گئے، دوبارہ سہ بارہ یہی سوال کیا گیا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ و سلم نے فرمایا: «اگر میں ہاں کہہ دیتا تو واقعی فرض ہوجاتا اور ایسا تم لوگ نہیں کرپاتے»، پھر کہا «جتنا میں کہوں اتنا سنو، اس سے آگے نہ پوچھو [13

فرضیت حج کی پانچ شرائط ہیں: پہلی شرط مسلمان ہونا، غیر مسلموں پر حج فرض نہیں اور نہ ہی ان کے لیے مناسک حج ادا کرنا جائز ہے۔[14] دوسری شرط عقل ہے، پاگل مجنون پر حج فرض نہیں۔[14] تیسری شرط بلوغ ہے، نابالغ بچے پر حج فرض نہیں۔[15] چوتھی شرط آزادی ہے، غلام و باندی پر حج فرض نہیں۔[15] پانچویں شرط استطاعت ہے، استطاعت کا مفہوم یہ ہے کہ حج محض ان افراد پر فرض ہے جو اس کی جسمانی و مالی استطاعت رکھتے ہوں (عورت ہے تو شرعی محرم بھی لازم ہے

حج کے اعمال اور مناسک ترتیب زمانی کے اعتبار سے درج ذیل ہیں:

Downloaded from Tajassus.com

احرام باندھنا

عرفات میں وقوف

مشعر الحرام)مُزدلفه (میں وقوف

اور ١٢ ذی‌الحجه کی رات منا میں گزارنا اور بعض لوگوں کیلئے تیرہویں رات بھی اور درج ذیل ١١ اعمال بجا لانا:

رمی جمرات تینوں شیطانوں کو کنکریاں مارنا]65[

حج تمتع میں منا میں قربانی کرنا واجب جبکه حج قِران اور حج افراد میں مستحب ہے۔]66[

حلق یا تقصیر

طواف زیارت

نماز طواف زیارت

سعی بین صفا و مروه

طواف نساء

نماز طواف نساء

حج تمتع میں عمره تمتع کو حج سے پہلے انجام دینا ضروری ہے۔

اعمال مکه)آخری پانچ عمل (کو شرائط کے ساتھ دسویں دن حلق یا تقصیر کے بعد بھی انجام دے سکتے ہیں۔

سوال نمبر 4

قرآن کریم اورا عاد ہیث نبوی کی روشنی میں وراعت کے احکام و مسائل ترم کر یں۔

جواب۔

قرآن کریم اللہ تعالیٰ کا پاک کلام ہے، جو اللہ تعالیٰ نے قیامت تک آنے والے انس وجن کی رہنمائی کے لیے آخری نبی حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم پر وحی کے ذریعہ نازل فرمایا۔ قرآن کریم اللہ تعالیٰ کی

Downloaded from Tajassus.com

صفت ہے، مخلوق نہیں۔ قرآن کریم لوحِ محفوظ میں ہمیشہ سے ہے۔ اللہ تعالیٰ کے جو فیصلے ملأ اعلیٰ یعنی آسمانوں کے اوپر تحریرہیں، وہ کسی بھی تبدیلی سے محفوظ ہونے کے ساتھ شیاطین کے شر سے بھی محفوظ ہیں، اس لیے اس کو لوحِ محفوظ کہا جاتا ہے۔ اس کی شکل وصورت وحجم کیا ہے؟ ہم نہیں جانتے، مگر قرآن وحدیث کی روشنی میں ہم اس پر ایمان لائے ہیں۔

قرآن ''قَرَأَ'' کا مصدر ہے جس کے معنی ہیں: پڑھی جانے والی کتاب۔ واقعی دنیا میں سب سے زیادہ پڑھی جانے والی کتاب قرآن کریم ہے، جس کی بغیر سمجھے بھی لاکھوں لوگ ہر وقت تلاوت کرتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے متعدد جگہوں پر اپنے پاک کلام کے لیے قرآن کا لفظ استعمال کیا ہے: ''إِنَّہٗ لَقُرْاٰنٌ کَرِیْمٌ'' (الواقعہ: ۷۷)۔ اسی طرح فرمایا: ''بَلْ ہُوَ قُرْاٰنٌ مَّجِیْدٌ'' (البروج : ۲۱)

قرآن کریم عربی زبان میں نازل کیا گیا ہے، جیساکہ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے: ''ہم نے اس کو ایسا قرآن بناکر اُتارا ہے جو عربی زبان میں ہے، تاکہ تم سمجھ سکو۔'' (یوسف: ۲) اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم کو قیامت تک آنے والے انسانوں کی ہدایت کے لیے نازل فرمایا ہے، مگر اللہ تعالیٰ سے ڈرنے والے ہی اس کتاب سے فائدہ اُٹھاتے ہیں، جیساکہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد سورۃ البقرۃ آیت: ۲ اور سورۂ آل عمران آیت: ۱۳۸ میں موجود ہے

نزولِ قرآن

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم پر مختلف طریقوں سے وحی نازل ہوتی تھی:

۱:- گھنٹی کی سی آواز سنائی دیتی اور آواز نے جو کچھ کہا ہوتا، وہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو یاد ہوجاتا۔ جب اس طریقہ پر وحی نازل ہوتی تھی تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر بہت زیادہ بوجھ پڑتا تھا۔

۲:- فرشتہ کسی انسانی شکل میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آتا اور اللہ تعالیٰ کا پیغام آپ کو پہنچادیتا۔ ایسے مواقع پر عموماً حضرت جبرئیل علیہ السلام مشہور صحابی حضرت دحیہ کلبی رضی اللہ عنہ کی صورت میں تشریف لایا کرتے تھے۔

۳:- حضرت جبرئیل علیہ السلام اپنی اصل صورت میں تشریف لاتے تھے۔

۴:- بلاواسطہ اللہ تعالیٰ سے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی ہم کلامی ہوئی۔ یہ صرف ایک بار معراج کے موقع پر ہوا۔ نماز کی فرضیت اسی موقع پر ہوئی۔

۵:- حضرت جبرئیل علیہ السلام آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے آئے بغیر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے قلب مبارک پر کوئی بات القاء فرمادیتے تھے۔

تاریخ نزولِ قرآن

Downloaded from Tajassus.com

ماہِ رمضان کی ایک بابرکت رات لیلۃ القدر میں اللہ تعالیٰ نے لوحِ محفوظ سے آسمانِ دنیا پر قرآن کریم نازل فرمایا اور اس کے بعد حسبِ ضرورت تھوڑا تھوڑا حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم پر نازل ہوتا رہا اور تقریباً ۲۳ سال کے عرصہ میں قرآن کریم مکمل نازل ہوا۔ قرآن کریم کا تدریجی نزول اُس وقت شروع ہوا جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی عمر مبارک چالیس سال تھی۔ قرآن کریم کی سب سے پہلی جو آیتیں غارِ حرا میں اُتریں، وہ سورۂ علق کی ابتدائی آیات ہیں۔ اس پہلی وحی کے نزول کے بعد تین سال تک وحی کے نزول کا سلسلہ بند رہا۔ تین سال کے بعد وہی فرشتہ جو غارِ حرا میں آیا تھا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آیا اور سورۃ المدثر کی ابتدائی چند آیات آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر نازل فرمائیں۔ اس کے بعد حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات تک وحی کے نزول کا تدریجی سلسلہ جاری رہا۔ غرض تقریباً ۲۳ سال کے عرصہ میں قرآن کریم مکمل نازل ہوا۔

حفاظتِ قرآن

جیسا کہ ذکر کیا گیا کہ قرآن کریم ایک ہی دفعہ میں نازل نہیں ہوا، بلکہ ضرورت اورحالات کے اعتبار سے مختلف آیات نازل ہوتی رہیں۔ قرآن کریم کی حفاظت کے لیے سب سے پہلے حفظِ قرآن پر زور دیا گیا، چنانچہ خود حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم الفاظ کو اسی وقت دہرانے لگتے تھے، تاکہ وہ اچھی طرح یاد ہوجائیں۔ اس پر اللہ تعالیٰ کی جانب سے وحی نازل ہوئی کہ عین نزولِ وحی کے وقت جلدی جلدی الفاظ دہرانے کی ضرورت نہیں ہے، بلکہ اللہ تعالیٰ خود آپ میں ایسا حافظہ پیدا فرمادے گا کہ ایک مرتبہ نزولِ وحی کے بعد آپ اسے بھول نہیں سکیں گے۔ اس طرح حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم پہلے حافظ قرآن ہیں، چنانچہ ہر سال ماہِ رمضان میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم حضرت جبرئیل علیہ السلام کے ساتھ قرآن کے نازل شدہ حصوں کا دور فرمایا کرتے تھے۔ جس سال آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا انتقال ہوا، اس سال آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے دوبار قرآن کریم کا دور فرمایا۔ پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم کو قرآن کے معانی کی تعلیم ہی نہیں دیتے تھے، بلکہ انہیں اس کے الفاظ بھی یاد کراتے تھے۔ خود صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم کو قرآن کریم یاد کرنے کا اتنا شوق تھا کہ ہر شخص ایک دوسرے سے آگے بڑھنے کی فکر میں رہتا تھا۔ چنانچہ ہمیشہ صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم میں ایک اچھی خاصی جماعت ایسی رہتی جو نازل شدہ قرآن کی آیات کو یاد کرلیتی اور راتوں کو نماز میں دہراتی تھی۔ غرضیکہ قرآن کی حفاظت کے لیے سب سے پہلے حفظِ قرآ ن پر زور دیا گیا اور اُس وقت کے لحاظ سے یہی طریقہ زیادہ محفوظ اور قابلِ اعتماد تھا۔

قرآن کریم کی حفاظت کے لیے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے قرآن کریم کو لکھوانے کا بھی خاص اہتمام فرمایا، چنانچہ نزولِ وحی کے بعد آپ کاتبینِ وحی کو لکھوادیا کرتے تھے۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا معمول یہ تھا کہ جب قرآن کریم کا کوئی حصہ نازل ہوتا تو آپ کاتبِ وحی کو یہ ہدایت بھی فرماتے تھے کہ: اسے فلاں سورت میں فلاں فلاں آیات کے بعد لکھا جائے۔ اس زمانہ میں کاغذ دستیاب نہیں تھا، اس لیے یہ قرآنی آیات زیادہ تر پتھر کی سلوں، چمڑے کے پارچوں، کھجور کی شاخوں، بانس کے ٹکڑوں، درخت کے پتوں اور جانور کی ہڈیوں پر لکھی جاتی تھیں۔ کاتبینِ وحی میں

Downloaded from Tajassus.com

حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ ، خلفاء راشدین رضی اللہ عنہم ، حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ ، حضرت زبیر بن عوام رضی اللہ عنہ اور حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے نام خاص طور پر ذکر کیے جاتے ہیں۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں جتنے قرآن کریم کے نسخے لکھے گئے تھے، وہ عموماً متفرق اشیاء پر لکھے ہوئے تھے۔

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے عہدِ خلافت میں جب جنگِ یمامہ کے دوران حفاظِ قرآن کی ایک بڑی جماعت شہید ہوگئی تو حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کو قرآن کریم ایک جگہ جمع کروانے کا مشورہ دیا۔ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ ابتداء میں اس کام کے لیے تیار نہیں تھے، لیکن شرح صدر کے بعد وہ بھی اس عظیم کام کے لیے تیار ہوگئے اور کاتبِ وحی حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ کو اس اہم وعظیم عمل کا ذمہ دار بنایا۔ اس طرح قرآن کریم کو ایک جگہ جمع کرنے کا اہم کام شروع ہوگیا۔ حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ خود کاتبِ وحی ہونے کے ساتھ پورے قرآن کریم کے حافظ تھے۔وہ اپنی یادداشت سے بھی پورا قرآن لکھ سکتے تھے، اُن کے علاوہ اُس وقت سینکڑوں حفاظِ قرآن موجود تھے، مگر انہوں نے احتیاط کے پیشِ نظر صرف ایک طریقہ پر بس نہیں کیا، بلکہ ان تمام ذرائع سے بیک وقت کام لے کر اُس وقت تک کوئی آیت اپنے صحیفے میں درج نہیں کی، جب تک اس کے متواتر ہونے کی تحریری اور زبانی شہادتیں نہیں مل گئیں۔ اس کے علاوہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے قرآن کی جو آیات اپنی نگرانی میں لکھوائی تھیں، وہ مختلف صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم کے پاس محفوظ تھیں، حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ نے انہیں یکجا فرمایا، تاکہ نیا نسخہ ان ہی سے نقل کیا جائے۔ اس طرح خلیفۂ اوّل حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے عہد خلافت میں قرآن کریم ایک جگہ جمع کردیا گیا۔ جب حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ خلیفہ بنے تو اسلام عرب سے نکل کر دور دراز عجمی علاقوں تک پھیل گیا تھا۔ ہر نئے علاقہ کے لوگ ان صحابہؓ وتابعینؒ سے قرآن سیکھتے، جن کی بدولت انہیں اسلام کی نعمت حاصل ہوئی تھی ۔

صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم نے قرآن کریم حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے مختلف قراء توں کے مطابق سیکھا تھا، اس لیے ہر صحابیؓ نے اپنے شاگردوں کو اسی قراء ت کے مطابق قرآن پڑھایا جس کے مطابق خود انہوں نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے پڑھا تھا۔ اس طرح قراء توں کا یہ اختلاف دور دراز ممالک تک پہنچ گیا۔ لوگوں نے اپنی قراء ت کو حق اور دوسری قراء توں کو غلط سمجھنا شروع کردیا، حالانکہ اللہ تعالیٰ ہی کی طرف سے اجازت ہے کہ مختلف قراء توں میں قرآن کریم پڑھا جائے۔

سوال نمبر 5

قرآن کریم اور حاد یرت نبوی کی روشنی میں جہاد کے احکام قضائش اور واب پر فصل و دلیل نوٹ لکھیں ۔

جواب ۔

Downloaded from Tajassus.com

جہاد سے مراد کسی نیک کام میں انتہائی طاقت و کوشش صرف کرنا اور ہر قسم کی تکلیف اور مشقت برداشت کرنا ہے۔

امام راغب اصفہانی جہاد کی تعریف کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

ترجمہ

: دشمن کے مقابلہ و مدافعت میں فوراً اپنی پوری قوت و طاقت صرف کرنا جہاد کہلاتا ہے۔

جہاد اورآزمائش

جہاں دوسری جنگوں میں دنیا دار قوموں کے دل گوناگوں دنیاوی اور نجی اغراض و مقاصد سے لبریز ہوتے ہیں۔ کہیں ملک گیری کی ہوس کارپرداز ہوتی ہے، کہیں مال و دولت اکٹھا کرنے کی حرص کا غلبہ ہوتا ہے تو کہیں نام و نمود اور شہرت و نام وری کی آرزو زمزمہ پرداز ہوتی ہے وہاں مومن کا جہاد فی سبیل اللہ خالصتاً ایک للہیٰ عمل ہے۔ مجاہد کا دل ذاتی اغراض سے پاک اور صرف رضائے الہیٰ کی تمنا لیے ہوتا ہے۔ اسے نہ مال و دولت سے غرض ہوتی ہے نہ غنیمت کی آرزو، نہ جاہ و جلال کا عارضہ لاحق ہوتا ہے ،نہ نام و نمود کی ہوس۔ وہ فقط کفر و باطل کے قلعے کو مسمار کرکے اور طاغوتی قوتوں کو مٹا کر خدا کی زمین پر خداکی حکومت قائم کرنے کے لیے ہی اپناتن من دھن کی بازی لگاتا ہے۔ وہ اس عارضی ٹھکانے کو ظلم و ستم سے پاک کرنے کی تمنا میں ہی جنگ و جدل کی صعوبتوں کو لبیک کہتا ہے اور قربانیوں پر قربانیاں دیتا چلا جاتا ہے حتیٰ کہ یا تو جام شہادت پی کر واصل بحق ہو جاتا ہے یا فتح مند ہو کر اس خاکدان کو انوار الٰہی سے منور کر دیتا ہے۔ اللہ کے وجود پر یقین کرنا تو اس قدر مشکل نہیں۔ اللہ کی اس ساری کائنات کے ہوتے ہوئے کیسے ممکن ہو سکتا ہے کہ کوئی یہ باور کرلے کہ اس کا پیدا کرنے والا کوئی نہیں البتہ قیامت پر یقین پیدا کرنا ایمان ہی کی دولت سے ممکن ہو سکتا ہے اورایمان اللہ کی دین ہے جسے چاہے دے، اس میں شک نہیں کہ اس کائنات اور اس کے اصولوں کو بغور دیکھنے سے قیامت کا وجود یقینی طور پر نظر آ سکتا ہے مگر یہ علم بھی اسی کو فائدہ پہنچا سکتا ہے، جس کا سینہ ایمان کی روشنی سے منور ہو۔ تاہم قیامت کا یقین ہی تو ہے جو انسان کو گناہوں سے باز رکھتا ہے اور نیکی پر مائل کرتا ہے اور اسی قیامت کے یقین کے سبب ایک سپاہی شہادت کی طلب میں موت کی آغوش کو اپنی بہترین پناہ تصور کرتا ہے اور ایک دانائے راز سمجھتا ہے کہ وہ خدا جس نے اس کائنات کو عدل پر پیدا کیا، یہ کیسے برداشت کر سکتا ہے کہ ہر انسان کو اپنے گناہوں اور اپنی نیکیوں کا بدلہ نہ دیا جائے اور یہ بدلہ موت کے بعد قیامت میں ہی دیا جا سکتا ہے، اس زندگی میں تو دکھ اور خوشی عمل کی بنا پر بعض اوقات نہیں حاصل ہوتے۔ بعض بدکردار دندناتے پھرتے ہیں اور بعض نیکوکار رنج و مصائب میں مبتلا نظر آتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے۔ ’’ جو کوئی محنت کرتا ہے وہ اپنے ہی لیے محنت کرتا ہے بے شک اللہ تعالیٰ سارے عالم سے بے نیاز ہے ‘‘۔ (العنکبوت 6)۔

Downloaded from Tajassus.com

آدمی جہاد کرے یا کوئی دوسرا نیک عمل کرے ،اس میں سراسر اس کی اپنی بھلائی ہے۔ اللہ تعالیٰ تو بہت بڑا غنی ہے اور انسان تو جہاں ایک طرف عمل کا پابند ہے دوسری طرف اللہ کے فضل کا بھی محتاج ہے اور حق بات تو یہ ہے کہ انسان کو عمل کی توفیق بھی اللہ تعالیٰ ہی کی طرف سے حاصل ہوتی ہے۔ اس طرح ہمیں دو سبق حاصل ہوتے ہیں پہلا یہ کہ عمل کے بغیر کچھ نہیں ملتا البتہ فضل خداوندی کامعاملہ اس سے مستثنیٰ ہے، دوسرا یہ کہ محتاج اللہ نہیں بلکہ محتاج بندہ ہے اور جو محتاج ہوتا ہے وہ اپنی حاجت کے حصول کے لیے تگ و دو کرتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے ساتھ فرما دیا۔ ’’اور جو لوگ ایمان لائے اور انہوں نے اچھے عمل کیے ،ہم ان کے گناہ ان سے دور کرکے رہیں گے اور ہم ان کو ان کے اعمال کا زیادہ اچھا بدلہ دے کر رہیں گے۔ (العنکبوت 7) تو گویا کہ نیک کام کرنے سے آدمی کے گناہ بھی دھلتے ہیں اور اللہ تعالیٰ نیکی کا بدلہ استحقاق سے بھی زیادہ دیتے ہیں۔ ساری تجارتو ں سے بہترین تجارت جہاد ہے۔ جہاد کرنے والا جہاد کے بدلے اللہ کی مغفرت اور جنت خریدتا ہے اور اللہ تعالیٰ سے ملاقات نصیب ہوتی ہے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا۔ ’’اے ایمان والو! میں تم کو ایسی سوداگری بتاؤں جو تمہیں ایک دردناک عذاب سے بچائے۔ اللہ پر اور اس کے رسول ﷺ پر ایمان لاؤ اور اللہ کی راہ میں مال اور جان سے لڑو اگر تم سمجھ رکھتے ہو تو یہ تمہارے حق میں بہتر ہے۔ وہ تمہارے گناہ بخشے گا اور تمہیں ایسے باغوں میں داخل کرے گا جن کے نیچے نہریں بہتی ہیں اور باغوں کے اندر ستھرے مکان ہوں گے اور یہ بہت بڑی کامیابی ہے او ر ایک اور چیز بھی جسے تم بہت چاہتے ہو اور وہ ہے اللہ کی طرف سے مدد عنقریب اور خوشی سنا دے ایمان والوں کو، اے ایمان والو! تم اسی طرح اللہ کے مددگار ہو جاؤ۔ جس طرح کہ عیسیٰ ابن مریم نے اپنے حواریوں سے کہا کون ہے جو اللہ کی راہ میں میری مدد کرے گا تو انہوں نے کہا کہ ہم اللہ کے مددگار ہیں۔ (4)۔ جہاد کے ظاہری فائدے یا تکالیف تو ہر آدمی کو نظر آ سکتے ہیں لیکن جہاد کے حقیقی فائدے باطنی ہیں جن کا تعلق آخرت سے ہے اور جو نظر نہیں آتے مگر اس آدمی کو نظر آ سکتے ہیں جس کا ایمان کامل ہو اور آخرت پر اس کا یقین ہو

Downloaded from Tajassus.com